OPEN ACCESS
Al-ISRA
﴾International Journal of Islamic Thought﴿
ISSN: 2959-3603
www.israjr.com

Al-ISRA
Vol.:5, Issue: 1, Jan -March 2026 PP: 151-159

مولانا محمد ادریس کاندھلوی کا تعارف اور علمی خدمات کا علمی و تحقیقی جائزہ

An Introduction to Maulana Muhammad Idris Kandhlawi and a Scholarly and Research-Based Review of His Academic Contributions

Dr. Naeem Qaiser
Assistant Professor & Head, Department of Islamic Thought and Civilisation, University of Management and Technology, Sialkot Campus, Pakistan
Email: naeem.qasier@skt.umt.edu.pk

Ayesha Saeed
MS, Islamic Studies Department, University of Sialkot
Email: saeedaysha998@gmail.com

Abstract

Maulana Muhammad Idris Kandhlawi was a distinguished scholar of Hadith, Qur'anic exegesis, Islamic jurisprudence, and Islamic thought in the Indo-Pak subcontinent. He rendered remarkable services in the fields of education, authorship, scholarship, and religious leadership. Born into a renowned religious and scholarly family, he received his education from prestigious institutions such as Darul Uloom Deoband, Mazahir Uloom Saharanpur, and Madrasah Ashrafiyyah Thanawi. Among his eminent teachers were Maulana Ashraf Ali Thanwi, Allama Anwar Shah Kashmiri, and Allama Shabbir Ahmad Usmani. Maulana Kandhlawi served as a teacher at renowned institutions including Darul Uloom Deoband, Madrasa Aminia Delhi, Jamia Abbasia, and Jamia Ashrafia Lahore, where he trained thousands of students in the disciplines of Tafsir, Hadith, Fiqh, and Islamic theology. His notable scholarly works include Seerat-ul-Mustafa, Al-Taleeq al-Sabeeh Ala Mishkat al-Masabih, Ahkam al-Quran, and Tuhfat al-Qari, which reflect his profound scholarship and intellectual insight. He also played an active role in the Pakistan Movement, the movement for the implementation of Islamic law, the Khatm-e-Nabuwwat Movement, and the formulation of an Islamic constitution for Pakistan. He strongly supported the Two-Nation Theory through his intellectual and scholarly contributions. Maulana Kandhlawi's legacy remains a shining example of knowledge, moderation, wisdom, and religious insight. He passed away on 28 July 1974, yet his academic and religious contributions continue to serve as a guiding light for scholars and researchers alike.

Keywords: *Maulana Muhammad Idris Kandhlawi, Hadith Studies, Tafsir al-Qur'an, Islamic Jurisprudence.*

CC BY

نام ونسب:

شیخ محمد ادریس بن محمد اسماعیل بن محمد اسحاق بن ابوالقاسم بن محمد الہی بخش [1] ۔آپ کا سلسلہ نسب حضرت ابو بکر سے ملتا ہے اس طرح آپ صدیقی النسب ہیں،آپ مولانا روم کے ساتویں دفتر کے مؤلف مولانا مفتی الٰہی بخش کی اولاد میں ہیں۔

2۔ولادت:

آپ کی جائے پیدائش بھوپال ہے لیکن آپ کا وطن کاندھلہ ہے، مولانا فرماتے ہیں بھوپال میری جائے ولادت اور کاندھلہ میرا وطن ہے۔آپ خود فرماتے ہیں۔"ولدت للثانی عشر من الربیع الثانی سنة سبع عشر بعد مضی الف وثلث ماة فی بلدة بھوبال" یعنی میں ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۱۷ھ کو شہر بھوپال میں پیدا ہوا۔آپ کا آبائی وطن کاندھلہ تھا۔ قاری فیوض الرحمان [2] لکھتے ہیں۔کہ: آپ کا آبائی وطن یوپی کا مردم خیز قصبہ کاندھلہ، ضلع مظفر نگر ہے۔آپ کے والد جناب محمد اسماعیل صاحب بھوپال محکمہ جنگلات کے مہتمم تھے، وہیں ۱۸۹۹ میں آپ کی ولادت ہوئی۔والد کی طرف سے صدیقی اور والدہ کی طرف سے فاروقی ہیں۔آپ کا خاندان ایک علمی خاندان تھا، مفتی الٰہی بخش اور فخر الدین رازی آپ کے اجداد میں ہیں۔آپ کے والد حافظ محمد اسماعیل بڑے عابد وزاہد اور پرہیز گار انسان تھے۔ریاست بھوپال میں محکمہ جنگلات کے مہتمم تھے۔ بھوپال میں قیام کے دوران حافظ محمد ادریس کی پیدائش ہوئی۔آپ کی پیدائش کے چند سال بعد ہی آپ کے والد نے بھوپال کی ملازمت سے استعفی دے دیا اور کاندھلہ کی جامع مسجد میں درس حدیث شروع کر دیا۔

3۔ تعلیم وتربیت:

آپکی ابتدائی تعلیم کا آغاز اپنے والد محترم سے ہوا۔خاندانی روایت کے مطابق حفظ قرآن شروع کیا اور نو سال کی عمر میں مکمل کر لیا۔ [3] دینی تعلیم کے حصول کے لئے آپ کے والد محترم آپ کو قطب عالم حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا: 'حضرت میں ادریس کو خانقاہ اشرفیہ میں داخل کرنے کے لیے لایا ہوں اور اب یہ آپ کے سپرد ہے۔یہ سن کر حکیم الامت نے جواب دیا کہ حافظ صاحب یہ نہ کہیں کہ خانقاہ اشرفیہ میں داخل کرنے کے لیے لایا ہوں بلکہ یوں کہیں کہ مدرسہ اشرفیہ میں داخل کرنے کے لیے لایا ہوں' [4] ابتدائی دینی تعلیم مولانا اشرف علی تھانوی کی زیر نگرانی خانقاہ تھانہ بھون کے مدرسہ اشرفیہ میں حاصل کی۔یہاں انہیں مولانا عبداللہ گنگوہی مؤلف "تیسیرالمنطق" سے استفادہ کا موقع ملا۔بعد میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور تشریف لے گئے۔ [5]

4۔شیوخ:

آپ کے شیوخ درج ذیل ہیں۔

1۔علمائے دین حق خلیل احمد سہارنپوری ۔2۔ حافظ عبد اللطیف ۔3۔ اشرف علی تھانوی ۔ 4۔علامہ انور شاہ کشمیری ۔5۔ علامہ شبیر احمد عثمانی ۔6۔ عزیز الرحمٰن عثمانی ۔7۔ میاں اصغر حسین دیوبندی ۔ان شیوخ سے تفسیر وحدیث، فقہ کلام، منطق وفلسفہ اور دیگر علوم دینیہ کی تکمیل کی ۔ 19 برس کی عمر میں تمام علوم وفنون کی تعلیم سے فراغت حاصل کی ۔ لیکن پھر دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور دوبارہ دورہ حدیث کیا۔ [6]

1۔ خلیل احمد سہارنپوری:

آپ ۱دسمبر ۱۸۵۲ء میں سہارن پور میں پیدا ہوئے۔ عربی کی ابتدائی کتب اپنے قصبہ کے مشہور عالم مولوی سخاوت علی سے پڑھیں۔ اسکے بعد انگریزی تعلیم کے حصول کے لیے سرکاری سکول میں داخل ہوئے۔ دوران تعلیم ہی ایک سال میں حفظ قرآن بھی کیا۔ مدرسہ سہارن پور میں مدرس رہے اسکے علاوہ مدرسہ مصباح العلوم بریلی اور دار العلوم دیوبند میں بھی تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں۔ا۔ مولانا رشید احمد گنگوہی۔ ۲۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی۔ ۳۔ نور محمد علوی جھنجھانوی۔ ۴۔ سید احمد بریلوی۔ ۵۔ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی۔ آپ کی وفات ۱۳ ااکتوبر ۱۹۲۷ء کو ہوئی۔ آپ مدینہ منورہ میں جنت البقیع کے قبرستان میں مدفون ہیں۔[7]

2۔ حافظ عبد اللطیف:

مولانا قاری عبد اللطیف کی پیدائش بھارت میں ہوئی۔آپ کی ابتدائی تعلیم ۱۳۶۱ھ میں تعلیم دینیات وسند تجوید وقرات قرآن سنۂ ۱۹۴۱ میں مکتب جامع مسجد شہر بہرائچ سے ہوئی۔ ۱۹۴۷ء میں فاضل دینیات کیا۔ ۱۹۵۰ءمیں درس نظامی کی سند حاصل کی ۱۹۵۳ءمیں سید حسین احمد مدنی سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ آپ نے ۵ بار حج کیا۔ وصفی بہرائچی آپ کے استاد تھے۔ شفیع بہرائچی، شوق بہرائچی آپ کے ساتھیوں میں سے تھے۔آپ نے ۴اپریل ۱۹۹۹ءمیں وفات پائی۔آپ کی آخری آرام گاہ مرکزی عید گاہ قبرستان، محلّہ سالار گنج شہر بہرائچ، اترپردیش بھارت ہے۔[8]

3۔ اشرف علی تھانوی:

آپ کا نام اشرف علی بن عبد الحق اور لقب حکیم الامت ہے۔آپ ۵ ربیع الآخر ۱۲۸۰ھ بمطابق ۱۹ ستمبر سنۂ ۱۸۶۴ کو پیدا ہوئے۔آپ کی ابتدائی تعلیم میرٹھ میں ہوئی۔ حافظ حسین علی دہلوی صاحب سے قرآن پاک حفظ کیا۔ مولانا فتح محمد سے فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ اور فارسی کی تکمیل اپنے ماموں واجد علی صاحب سے کی جو فارسی ادب کے مکمل استاد تھے۔ اسکے بعد ۱۲۹۵ھ بمطابق ۱۸۷۸ءمیں دار العلوم میں داخلہ لیا۔ اور 20 سال کی عمر میں تمام علوم سے فراغت حاصل کر لی۔ دورہ حدیث حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی سے پڑھی۔آپ کی تصنیفات کی تعداد تقریبا ۹۱۰ ہے۔ جن میں سے ۱۳ کتابیں عربی میں ہیں اور باقی اردو میں ہیں۔انکے علاوہ ۴۰۰ کے قریب مواعظ حسنہ اور تقریبا ۶۰ جلدوں پر مشتمل ملفوظات طیبہ ہیں۔ جن کی روشنی نے مشرق و مغرب کو روشن کر دیا۔ اور لاکھوں قلوب آپ کے فیض سے جگمگا اٹھے۔آپ ۱۷رجب ۱۳۶۲ھ بمطابق ۲۰جولائیؔ ۱۹۴۳ کی شب میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔[9]

4۔ علامہ انور شاہ کشمیری:

۲۷ 7شوال المکرم ۱۲۹۲ھ بمطابق سن ۱۷ااکتوبرؔ ۱۸۵۷ء بروز شنبہ بوقت صبح اپنے ننھیال کے ہاں خطہ کشمیر میں پیدا ہوئے۔ ۴یا۵سال کی عمر میں اپنے والد سید محمد معظم شاہ سے قرآن پاک پڑھنا شروع کیا اور ۶ برس کی عمر تک قرآن کے علاوہ فارسی کے متعدد رسائل بھی ختم کر لیے۔ ۱۳۰۷ھ بمطابق ۱۸۹۰ء میں ہزارہ سے دار العلوم دیوبند گئے اور ۲۰، ۲۱سال کی عمر میں نمایاں شہرت کے ساتھ ۱۳۱۲ھ بمطابقؔ ۱۸۹۴میں سند فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد دہلی میں مدرسہ امینیہ میں ۴ سال تک مدرس اول رہے۔ ۳صفر المظفر، ۱۳۵۲ھ بمطابق ۲۹ مئیؔ ۱۹۳۳ کو شب کے آخری حصہ میں دیوبند میں داعی اجل کو لبیک کہا۔[10]

5۔علامہ شبیر احمد عثمانی:

علامہ عثمانی کی پیدائش ۱۱اکتوبر ۱۸۸۷ء کو بھارت کی ریاست اتر پردیش کے بجنور شہر میں ہوئی۔ علامہ عثمانی محمود الحسن کے تلامذہ میں سے تھے۔ ۱۳۲۵ھ بمطابق ۱۹۰۸ء میں دار العلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہوئے۔ دورہ حدیث کے تمام طلبہ میں فرسٹ آئے۔ فراعت کے بعد دار العلوم دیوبند میں فی سبیل اللہ پڑھاتے رہے۔ متوسط کتابوں سے لے کر مسلم شریف اور بخاری شریف کی تعلیم دی۔ مدرسہ فتح پور دلی تشریف لے گئے اور وہاں صدر مدرس مقرر ہوئے۔ ۱۳ دسمبر ۱۹۴۹ء بمطابق ۲۲ صفر المظفر ۱۳۶۹ھ کو ۱۱ بج کر ۴۰ منٹ پر بروز منگل ۶۴ سال کی عمر میں خالق حقیقی سے جا ملے۔ [11]

6۔عزیز الرحمٰن عثمانی:

مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی کا تاریخی نام "ظفر الدین" ہے، آپ کی ولادت ۱۲۷۵ھ کو ہوئی۔ ان کا سلسہ نسب حضرت عثمان غنی سے جا ملتا ہے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے گھر کے دینی ماحول اور دیوبند کے مکتب میں ہوئی۔ فراعت کے بعد درس وتدریس کے لیے آپ میرٹھ تشریف لے گئے اور تقریبا ۱۰سال تک وہیں رہے۔ آپ نے ۱۷جمادی الثانی ۱۳۴۷ھ بمطابق ۱۹۲۸ء داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ علم و عمل، معرفت وبصیرت، تواضع وانکساری کی بے مثل شخصیتوں میں سے ایک بلند پایہ شخصیت کے مالک تھے جن

سے دار العلوم دیوبند کے دار الافتاء کو زینت بخشی گئی اور دار العلوم کے اول مفتی اعظم ہونے کا شرف ملا تھا۔[12]

7۔میاں اصغر حسین دیوبندی:

آپ کا پورا نام میاں اصغر حسین بن شاہ محمد حسن ہے۔ دیوبند میں انکا خاندان علمی وبزرگی حثیت سے مشہور رہا۔ آپ ۱۲۹۴ھ کو دیوبند میں پیدا ہوئے۔ والد سے قرآن شریف اور فارسی میں گلستان تک پڑھ کر دار العلوم دیوبند میں داخل ہوئے۔ ۱۳۲۰ھ تک دار العلوم میں انکا تعلیمی مشغلہ رہا۔ تعلیم سے فراعت کے بعد ۷ سال تک تشنگان علوم دینیہ پڑھاتے رہے۔ اردو زبان میں فقہ وفرائض اور تاریخ کے موضوعات پر تقریبا ۲۶ کتابیں انکی تصنیف وتالیف ہیں۔ آپ نے ۲۲ محرم الحرام ۱۳۶۴ھ داعی اجل کو لبیک کہا، اور بھارت میں دفن ہوئے۔ [13]

5۔تدریسی زندگی:

۱۹۲۱ء سے آپ کی تدریسی زندگی کا آغاز ہوا۔ مفتی محمد کفایت اللہ کے قائم کردہ مدرسہ امینیہ دہلی سے آپ نے تدریس شروع کی اور ایک سال بعد ہی ارباب دار العلوم دیوبند نے آپ کو تدریس کی دعوت دی۔ دار العلوم دیوبند کی تدریس ایک بڑا اعزاز تھا، مولانا نے اس پیشکش کو قبول کیا۔ ایک سال قبل جن اساتذہ سے کسب فیض کیا تھا، انہی کے پہلو میں بیٹھ کر ان سے حاصل کردہ فیض کو عام کرنا شروع کر دیا۔ دار العلوم دیوبند میں آپ نے فقہ کی اعلی ترین کتاب الهدایہ، ادب کی ایک اہم کتاب مقامات حریری جیسی مشکل کتب پڑھائیں۔ دار العلوم دیوبند سے یہ تعلق ۹سال قائم رہا۔ اس دوران نماز فجر کے بعد نودرہ میں درس قرآن دیتے جس میں دار العلوم کے متوسط اور اعلی درجات کے طلباء حتی کہ بعض اساتذہ بھی شریک ہوتے۔ اسی درس کی بناء پر آپ کو بیضاوی اور تفسیر ابن کثیر پڑھانے کی ذمہ داری بھی سونپی گئی۔ ۱۹۲۹ء میں دار العلوم چھوڑ کر حیدر آباد دکن آگئے۔

6۔حیدر آباد دکن میں قیام:

حیدر آباد دکن کا 9 برس پر مشتمل قیام آپ کی زندگی میں اس اعتبار سے تاریخی گردانا جاتا ہے کہ وہاں قیام کے دوران

آپ نے عظیم الشان کتاب 'التعلیق الصبیح علی مشکوۃ المصابیح' تالیف کی۔ حیدر آباد دکن میں قیام کے دوران دنیائے علم کے ایک عظیم کتب خانہ، کتب خانہ آصفیہ میں موجود بعض نادر مخطوطات سے استفادہ کیا جن میں تور بشتی کی المفاتیح شرح مصابیح سب سے اہم ہے۔ جس سے آپ نے تعلیق میں استفادہ کیا اور بعض مقامات پر سیرۃ المصطفٰے میں اس کے حوالہ جات موجود ہیں۔ یہ کتاب ایک بلند پایہ شرح ہے جس کا مخطوط کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے۔

7۔دار العلوم دیوبند:

علامہ شبیر احمد عثمانی، صدر مہتمم دار العلوم دیوبند ہوئے تو ان حضرات نے آپ کو بحثیت شیخ التفسیر دار العلوم آنے کی دعوت دی جو آپ نے قبول کر لی اور ۷۰ روپے ماہانہ کی دار العلوم کی تدریس کو ترجیح دی۔ اور ۱۹۳۹ء میں دوبارہ دار العلوم آگئے۔ یہ قیام ہجرت پاکستان تک رہا اور وہاں آپ نے تفسیر بیضاوی، تفسیر ابن کثیر، سنن ابی داؤد اور طحاوی کی مشکل الآثار جیسی امہات الکتب پڑھائیں۔[14]

8۔پاکستان ہجرت:

مارچ ۱۹۴۰ء میں لاہور میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی اسکے بعد بر صغیر میں علیحدہ مملکت کے لیے تحریک شروع ہوگئی۔ مولانا نے سیاست میں حصہ نہیں لیا لیکن آپ دو قومی نظریہ کے حامی تھے، سیرۃ المصطفٰے میں بھی دو قومی نظریہ پر مدلل اور علمی گفتگو کی ہے۔ ۱۹۴۷ء میں پاکستان بنا۔ مئی ۱۹۴۹ء میں مولانا نے پاکستان ہجرت کرنے کا ارادہ کر کے بادل ناخواستہ دار العلوم دیوبند سے استعفٰی دے دیا۔ اس موقع پر آپ کو مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) کی جانب سے بحثیت شیخ الحدیث آنے کی دعوت دی گئی لیکن آپ نے مغربی پاکستان آنے کو ترجیح دی اور دسمبر ۱۹۴۹ء میں ریاست بھاولپور کی دعوت پر آپ پاکستان آگئے اور تدریسی خدمات کا سلسلہ دوبارہ شروع کر دیا۔

9۔جامعہ عباسیہ:

۲۵ دسمبر ۱۹۴۹ء کو آپ نے جامعہ عباسیہ میں چارج لیا۔ جامعہ عباسیہ میں عصری و دینی اختلاط کی وجہ سے روحانیت اور للّٰہیت نہ تھی جو دینی مدارس کا خاصہ ہوتی ہے، مولانا کو وہاں کا یہ ماحول اور پسند نہ آیا اور جلد ہی طبیعت میں تکدر پیدا ہو گیا۔

10۔جامعہ اشرفیہ:

۱۹۵۱ء کے اوائل میں مولانا سالانہ جلسہ میں تشریف لائے اور یہاں خطاب فرمایا، مولانا کو شیخ الحدیث کے طور پر منتخب کر لیا۔ چنانچہ بھاولپور واپس جانے کے بعد ایک خط میں ان الفاظ میں دعوت دی۔ 'میں آپ کو پلاؤ اور بریانی چھوڑ کر دال روٹی کی دعوت دے رہا ہوں۔' مولانا نے اس دعوت کو اخلاص کے ساتھ قبول کیا۔ مفتی صاحب نے دل کی گہرائیوں سے جو بات کہی تھی، مولانا کے دل پر اثر کر گئی اور مولانا ۱۶ اگست ۱۹۵۱ء کو جامعہ اشرفیہ آگئے اور پھر آخری لمحہ تک اپنا تعلق قائم رکھا۔[15]

11۔علمی خدمات:

وہ علم جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں ان اعمال حسنہ میں سے ہے جس کا ثواب فرمان رسول کے مطابق مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔ اللہ نے مولانا کو تصنیفات و تالیفات کی صورت میں بھی ایسا علم نافع عطا فرمایا تھا جس سے تشنگان علم و حکمت تا قیامت مستفید ہوتے رہیں گے اور مؤلف مذکور عنداللہ ماجور رہیں گے۔ آپ کی تصانیف کی فہرست طویل ہے، یہاں تک کہ ان کی تعداد ۵۵ تک پہنچ جاتی ہے جیسا کہ 'تذکرہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی' کے مولف نے اسکی فہرست دی ہے۔[16]

12۔ تصانیف:

1۔ تفسیر معارف القرآن (پاکستان : سندھ، دار العلوم الحسینیہ شہداد پور، س/ن)۔

2۔ احکام القرآن (بیروت : لبنان، دار الکتب العلمیۃ، س/ن)۔

3۔ الفتح السماوی بتوضیح تفسیر البیضاوی (الریاض : دار العاصمہ، ۱۴۳۱ھ)۔

4۔ تحفۃ القاری بحل مشکلات البخاری (پاکستان : لاھور، اسلامی کتب خانہ)۔

5۔ دلائل الفرقان علی مذھب النعمان (عربی)

6۔ التعلیق الصبیح علی مشکاۃ المصابیح (پاکستان : لاھور، س/ن)۔

7۔ علم الکلام (پاکستان : لاھور، زمزم پبلشرز، س/ن)۔

8۔ حجیت حدیث (پاکستان : لاھور، مکتبہ عثمانیہ، س/ن)۔

9۔ عقائد اسلام (پاکستان : کراچی۔لاھور، ادارہ اسلامیات، س/ن)۔

10۔ اصول اسلام (پاکستان : لاہور، علمی مرکز، س/ن)

11۔ دستور اسلام (پاکستان : لاھور، مکتبہ عثمانیہ، س/ن)۔

12۔ اسلام اور نصرانیت (پاکستان : کراچی۔لاہور، ادارہ اسلامیات، س/ن)۔

13۔ سیرت مصطفے (پاکستان : کراچی، الطاف اینڈ سنز، س/ن)۔

14۔ مسئلہ تقدیر (پاکستان : لاہور۔ کراچی، ادارہ اسلامیات، س/ن)۔

15۔ مواعظ حسنہ (دہلی : مکتبہ ملت، دیوبند، 1997ء)۔

16۔ خلافت راشدہ (پاکستان : لاھور، المکتبۃ الاشرفیہ، س/ن)۔

13۔ سیاسی وملی خدمات:

مولانا کاندھلوی کا تعلق دیوبند علماء کے اس طبقے سے تھا جو تحریک پاکستان میں پر جوش تھا۔آپ اس قافلہ حریت میں شامل تھے جس کے سالار علامہ شبیر احمد عثمانی تھے۔[17]

۱۴اگست ۱۹۴۷ء کو بر صغیر کے مسلمانوں کا وہ خواب پورا ہوا جو انہوں نے ۱۹۴۰ء کو قرار داد لاہور کی صورت میں دیکھا تھا ۔ مسلمانوں کے لیئے ایک الگ ملک، پاکستان کے نام سے بن گیا اور مسلمانوں کی کثیر تعداد نے پاکستان کی طرف ہجرت شروع کر دی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ دار العلوم دیوبند کے اکثر اساتذہ اور طلبہ مسلم لیگ کے خلاف اور کانگریس کے حامی تھے۔ایسے ماحول میں مولانا ایک قومی نظریہ کی حمایت کرنا انکی جرات وبہادری کی ایک مثال ہے۔ جن لوگوں نے آپ کو دیکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ آپ ایسے شخص تھے، جسے بر حق گردانتے اسے برملا بے دھڑک کہہ دیتے تھے۔[18]

مولانا ادریس کاندھلوی نے اپنی کتاب سیرت المصطفے میں ''قوم پرستوں کا مغالطہ'' کے نام سے ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے۔اس عنوان کے تحت آپ عقلی انداز سے ایک قومی نظریے کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں : ''قوم پرستوں کا یہ کہنا کہ ایک وطن اور ایک ملک کے باشندے سب ایک قوم ہیں یہ ان کا محض ایک مغالطہ اور دھوکا ہے۔اس گروہ کا ایک خاص نظریہ اور خاص عقیدہ ہے۔ جو شخص اس عقیدے اور نظریے میں ان کا موافق اور ہم خیال ہے وہ ان کا دوست ہے اگرچہ وہ دوسرے ملک

اور وطن کا باشندہ ہو اور جو شخص اس نظریے اور عقیدے میں ان کا مخالف ہو وہ ان کا دشمن ہے اگرچہ وہ انکا باپ ،بیٹا، بھائی یا استاد ہی کیوں نہ ہو۔''[19]

اسطرح مولانا نے دو قومی نظریہ کی حمایت کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو اتفاق واتحاد کی بھی تلقین کی اور تاریخی شواہد سے یہ بات ثابت کی کہ جب تک مسلمان اسلامی وحدت میں جڑے رہے عزت واحترام اور شان وشوکت کے ساتھ جیئے۔جو نہی اسلامی وحدت کے دائرے سے باہر نکلے تباہی وبربادی اور ذلت ورسوائی ان کا مقدر بنی۔مولانا کی جہاں تحریک پاکستان میں دوسری خدمات ہیں وہاں قیام پاکستان کے بعد پاکستانی دستور کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لیے جو کوششیں ہوئیں ان میں بھی آپ کا کردار بہت اہمیت کا حامل ہے۔اسی بات کا اعتراف کرتے ہوئے حافظ محمد اکبر شاہ بخاری لکھتے ہیں: ''بہر حال جنوری ۱۹۵۱ء سے لے کر زندگی کے آخری مرحلے ۱۹۷۴ء تک پاکستان میں اسلامی دستور کی تدوین ونفاذ کی کوئی کوشش اور تحریک ایسی نہ تھی جس میں حضرت مولانا محمد ادریس نے حصہ نہ لیا ہو۔ علماء کے تمام مشترکہ اجتماعات میں شرکت کی اور تحریر وتقریر کے ذریعے ہمیشہ کوشاں رہے کہ اس ملک میں اللہ کا قانون نافذ ہو،اسی کا بول بالا ہو،''[20]

مولانا نے دستور اسلامی کے لیے اجتماعات اور کانفرنسوں میں شرکت کے علاوہ متعدد ٹھوس مضامین، رسائل اور کتابیں بھی تالیف کیں، جنہوں نے آئین پاکستان کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لیے راہ ہموار کی۔[21]

آئین سازی کے دوران ۱۹۵۶ء اور ۱۹۷۳ء کے آئین میں اسلامی دفعات اور قرارداد مقاصد کی منظوری علماء حق کی کوششوں کا ہی مرہون منت ہے۔انہی کوششوں کے نتیجے میں حکومت پاکستان نے ایک اور عملی قدم اٹھایا اور اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل کا اعلان کر دیا۔ابتداء میں مولانا نے بوجوہ اس کی رکنیت قبول کرنے سے انکار کر دیا مگر بعد میں مولانا کوثر نیازی اور اپنے صاحبزادے محمد میاں صدیقی کے پرزور اصرار پر رکنیت قبول کی۔اور کونسل کے اجلاسوں میں آپ نے شرکت فرمائی ۔اور مئوثر اور پر مغز گفتگو کی۔[22]

14۔کارہائے نمایاں[23]:

1۔آپ نے کراچی سے خیبر تک تبلیغی دورے کیے اور اعلائے کلمہ حق بلند کیا، لاکھوں مسلمانوں کی اصلاح فرمائی۔

2۔آخری دم تک پاکستان میں نظام اسلام کے نفاذ کے لیے کوشاں رہے۔

3۔ تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا اور تحریر وتقریر کے ذریعے قادیانیت کی تردید کرتے رہے۔

15۔وفات:

۲ اگست ۱۹۷۳ء کی رات کو اچانک طبیعت خراب ہو گئی اور روز بروز کمزوری میں اضافہ ہو رہا تھا حتی کہ ۲۸ جولائی ۱۹۷۴ء/۸ رجب المرجب ۱۳۹۴ھ بروز اتوار صبح ۵ بج کر ۱۰ منٹ پر داعی اجل کو لبیک کہا۔ بعد نماز ظہر ساڑھے تین بجے نماز جنازہ ہوئی۔خلف الرشید مولانا محمد مالک نے نماز جنازہ پڑھائی اور پھر ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں خزینہ علم ومعرفت کو سپرد خاک کر دیا گیا[24]۔روزنامہ نوائے وقت لاہور آپ کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتا ہے۔ان کی رحلت سے دینی حلقوں میں ایک بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے اور تدریس حدیث کے سلسلہ میں ایک ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ اللہ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔آمین

نتائج البحث:

1۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی برصغیر کے ان ممتاز علماء میں شامل تھے جنہوں نے تدریس، تصنیف اور دعوت کے میدان میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔

2۔ آپ ایک علمی و روحانی خانوادے سے تعلق رکھتے تھے، جس نے آپ کی شخصیت کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کیا۔

3۔ آپ نے برصغیر کے عظیم علماء و محدثین سے استفادہ کیا اور حدیث، تفسیر، فقہ، عقائد اور منطق جیسے علوم میں مہارت حاصل کی۔

سفارشات:

1۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی کی تمام تصانیف کی جدید علمی و تحقیقی انداز میں تدوین اور اشاعت کا اہتمام کیا جائے۔

2۔ جامعات اور دینی مدارس میں مولانا کی علمی خدمات پر تحقیقی مقالات، ایم فل اور پی ایچ ڈی سطح کی تحقیقات کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

3۔ سیرت المصطفیٰ اور دیگر اہم تصانیف کو جدید اسلوب میں عام فہم انداز سے پیش کیا جائے تاکہ نئی نسل بھی استفادہ کر سکے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی و حوالہ جات

1: حافظ محمد اسماعیل، مخطوط (لاہور: مکتبہ دارالعلوم اسلامیہ، س/ن) ص ۲

۲: قاری فیوض الرحمان (۱۹۴۶ء) آپ کا تعلق ایبٹ آباد سے ہے، مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ کے خاص تلامذہ میں ان کا شمار ہوتا ہے،، دینی اور دنیاوی دونوں علوم سے بہرہ ور ہیں، اچھی خاصی ڈگریوں کے حامل ہیں، علماء ہزارہ اور علماء سرحد کے سوانح و تراجم پر ان کا اچھا خاصا کام ہے اور بہت سی تصنیفات کے مصنف ہیں۔آپ آرمی سے بریگیڈیئر کے منصب سے ریٹائر ہوئے، جی ایچ کیو میں شعبہ دینی تعلیمات کے سربراہ رہے، فوج سے ریٹائر ہونے کے بعد کراچی میں ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی کے دینی علوم کے شعبہ سے منسلک ہیں اور جامعہ انوار القرآن (آدم ٹاؤن، نارتھ کراچی) میں ڈائریکٹر تعلیمات کے منصب پر کام کر رہے ہیں۔

2: فیوض الرحمان۔ مشاہیر علماء دیوبند (لاہور: مکتبہ عزیزیہ، ۱۹۷۶ء)۔ا/۴۳۶

3: محمد ادریس، معارف القرآن (سندھ: مکتبہ دارالعلوم حسینیہ، ۱۴۳۳ھ)۔ ص: ۳۳

4: محمد ادریس کاندھلوی، حافظ محمد اکبر، بیس علمائے حق (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ۱۹۹۲ء)۔ ص: ۱۹۸

5: اختر راہی، تذکرہ علمائے پنجاب (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ۱۹۸۱ء)۔ ۲۔ ۶۰۹

6: مولانا ادریس کاندھلوی، بیس علمائے حق، ۲۰۲۔ ۲۰۳

مولانا ابو ابراہیم: (۱۲۶۴ھ۔ ۱۳۱۹ھ) آپ بڑے علماء میں سے ایک تھے۔ آپ مولانا احمد علی کے تلامذہ میں سے تھے۔ آپ نے بے شمار کتابیں تصنیف کیں، مثلاً: تفسیر خلیلی: (۲ جلد) پورٹینہ: ۱۳۱۷ھ، ترجمہ تفسیر ابن کثیر: مولانا پہلے عالم دین ہیں جنہوں نے, تفسیر ابن کثیر, کو اردو میں منتقل کرنا شروع کیا۔ تاہم یہ ترجمہ مرحلہ تکمیل تک نہ پہنچ سکا صرف پہلا پارہ ہی مطبوع ہوا۔

7: مولانا ابو ابراہیم، مطرقۃ الکرامۃ علے مرءاۃ الامامہ (لاھور: مکتبۃ عثمانیہ، س/ن)۔

8: مولانا قاری عبد اللطیف، نغمہ دل و مضراب نشاط (بھارت: اتر پردیش لکھنو، سنۂ ۱۹۸۴)۔

9: محمد یوسف، مولانا مودودی اپنی اور دوسروں کی نظر میں (لاہور: ادارہ معارف اسلامی، سنۂ ۱۹۸۴)۔ ص: ۱۷

10: ڈاکٹر غلام محمد کھچی، انوار السوانح (کشمیر: مکتبہ دار الکتاب، ۲۰۲۰ء)۔

11: مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی، علمائے دیوبند کے آخری لمحات (سہارنپور: مکتبہ رشیدیہ، س/ن)۔ ص: ۶۶۔ ۶۹

12: مولانا مفتی اشتیاق قاسمی، مقالات و مضامین (الھند: دار العلوم دیوبند، ۲۰۱۷ء)۔ ج: ۱۰۱

13: مولانا محمد رضوان قاسمی، گلدستہ سنت (حیدر آباد (الھند): دار العلوم سبیل السلام، س/ن)۔

14: مولانا محمد ادریس کاندھلوی، ڈاکٹر محمد سعد، بیس علمائے حق (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ۱۹۹۲ء)۔ ص: ۲۰۷۔ ۲۰۹

15: مولانا ادریس کاندھلوی، بیس علمائے حق، ص: ۲۰۹

16: مولانا ادریس کاندھلوی، تذکرہ علمائے پنجاب، ص: ۸۱۔ ۸۴

17: ادریس کاندھلوی، تذکرہ علمائے پنجاب، ص: ۱۸۸

18: مصدر نفسہ

19: مولانا ادریس کاندھلوی، سیرۃ المصطفےٰ (کراچی: الطاف اینڈ سنز، ۱۴۳۳ھ)۔ ص: ۱/ ۴۸۸

20: حافظ محمد اکبر شاہ، تحریک پاکستان اور علمائے دیوبند (کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل، ۱۹۸۷ء)۔ ص: ۳۶۰

21: حافظ محمد اکبر، تحریک پاکستان کے عظیم مجاہد (ملتان: طیب اکیڈمی بیرون بوہڑ گیٹ، ۲۰۰۰ء)۔ ص: ۵۷۵

22: مولانا محمد ادریس، محمد صدیقی، تذکرہ علمائے پنجاب (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ۱۹۸۱ء)۔ ص: ۲۱۹

23: مولانا محمد ادریس کاندھلوی، معارف القرآن (سندھ: مکتبہ المعارف، س/ن)۔ ص: ۳ تا ۶

24: صدیقی، مولانا ادریس کی خدمات (لاہور: جامعہ پنجاب، ۱۹۹۳ء) ص: ۲۲۱